

عربی زبان کے اہمیت



محمد صغیر حسن معصومی

زبان عربی سامی زبانوں میں نہایت قدیم اور عبرانی زبان کی طرح اپنے اندر بڑی وسعت رکھتی ہے، بلکہ عبرانی زبان تو صدیوں سے مردہ سمجھی جاتی رہی، عربی زبان تقریباً ہزاروں سال سے زندہ ہے، تہ اس زبان کی شہرت اسلام کے ساتھ وابستہ رہی، اور عہد صحابہ سے لے کر صدیوں تک رود سندھ و ساحل اطلانتک تک اس کا راج رہا۔ اسلام کے ساتھ جزیرۃ العرب سے یہ زبان شام، عراق، سر اور شمالی افریقہ ہوتی ہوئی اتھوائے مغرب اور اندلس اور پرتگال تک جا پہنچی، یورپ میں سندھ برملتان تک اور پھر جزائر مالدیپ اور جنوبی ہند کے سواحل سے ہوتی ہوئی ملایا اور جزائر انڈونیشیا پھیل گئی۔ گو آج سواحل چین اور اسپین اور پرتگال میں عربی کا نام و نشان نہیں مگر عربوں کی فت کے جا بجا کھنڈرات اور اسلامی ثقافت کے آثار ان ممالک کے رہنے والوں کے عادات و اطوار، باقی ہیں :

تِلْكَ أَثَارُنَا تَرَدُّ عَلَيْنَا ۖ فَاَنْظُرُوا بَعْدَنَا إِلَى الْآثَارِ

ترجمہ: یہ ہمارے نقوش ہیں جو ہمارا پتہ دیتے ہیں ہمارے بعد ہمارے نقوش کو دیکھو)

عربی زبان کی خوبیاں جو بھی رہی ہوں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زبان کی اہمیت قرآن کے نزول کے بعد ہی کچھ سمجھ میں آتی ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے لئے اس زبان کا انتخاب اس قدر گہری کا کھلا ثبوت ہے، ایک عالم گیر مذہب کی تبلیغ ایک عالم گیر زبان ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی۔ ازل سے زبان عربی کی عالمگیریت مسلم ہو رہی تھی جس کا دنیا میں ظہور آج سے چودہ صدیوں پیشتر نا حکم کے نزول سے ہوا۔

اسلام سے پیشتر لاکھوں پیغمبر مبعوث ہوئے۔ آسمانی کتابیں نازل ہوئیں مگر ان کی زبانیں اور تعلیمات

یہ خاص قوم و ملک تک محدود رہے۔ چین کی یہ حالت آج تک ہے کہ اس کی ثقافت دیوار چین سے رکھ کر دنیا تک نہ پہنچ سکی۔ ہندوستان کی مقدس کتاب ایسی زبان میں تھی جس کو برہمنوں کے سوا دوسرے سہولنے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اس کی شرمیں سنسکرت کے سوا دوسری زبان میں لکھی گئیں۔ یونانیوں کا فلسفہ اور یونانی کلچر دونوں اس میں شک نہیں کہ یونان سے نکل کر ظم ایشیا اور براعظم افریقہ کے ساحل تک پھیل گئے، مگر ان کی زبان کو فروغ حاصل نہ ہوا، روڈی، یونانیوں کو زیر کیا تو براعظم یورپ پر تو چھائے رہے اور آج بھی وہاں ان کے روایات باقی ہیں، مگر ظم ایشیا اور افریقہ سے ان کا بھی بالکلہ استیصال ہو گیا۔ ایرانیوں کو مانوی اور زرتشتی تہذیب و افت پر ہزار افتخار ہو مگر یونانیوں اور رومیوں کے ہاتھوں ان کا کس بل نکل چکا تھا، اور عربوں کے نے عجی ہی کہلائے۔ کسریٰ کے دربار کا طعنہ جو بھی رہا ہو، یہ حقیقت ہے کہ آج اس کے اوصاف و مدح یادہ تر عرب شعراء نابغہ، اعشی، عدی بن زید ہی کے اشعار و قصائد میں محفوظ ہیں اور قدیم ایرانی زبان میں کوئی قابل اعتبار تذکرہ محفوظ نہیں۔

رومیوں کی شکست کے ساتھ ساتھ شام، لبنان، فلسطین، مصر، لیبیا، تیونس، الجزائر اور قرب تک فتوحات کے ساتھ ساتھ زبان و تہذیب عربی ہو گئی اور آج تک یہی زبان قائم ہے گو انکی ہ اسلامی تہذیب بظاہر یورپ کی تہذیب سے بڑی حد تک بدل چکی ہے مگر عوام اور کم تعلیم یافتہ بقوں میں اب بھی اسلامی تہذیب و ثقافت طرہ امتیاز ہے جس سے اہل اسلام اور غیر مسلموں میں نزق کی جاسکتی ہے اور ایک دوسرے سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ آج ممالک اسلامیہ میں تہذیب نو نے گرویدہ عیسائیوں اور یہودیوں سے اتنے مشابہ ہیں کہ آسانی سے ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں جاسکتا۔ قوی وحدت کا یہ شیرازہ آج ایسا بکھرا ہے کہ خود اسلامی قدریں بیکار اور مہمل نظر آ رہی ہیں اور ان اقدار کے نیست و نابود ہو جانے کی وجہ سے سارے عالم کے اہل اسلام ثانوی حیثیت سے زیادہ ررو قیت نہیں رکھتے۔ کسی قوم کو اپنی خصوصیتیں اور اپنی روایات ہی اس کی شخصیت کی بقا کی ضمانت ابار اٹھا سکتی ہیں۔ اگر یہ خصائص و روایات بھی مستعار ہوں تو پھر ظاہر ہے ایسی قوم کی حیات دوسروں، رہن منت ہو کر رہ جاتی ہے اور بظاہر اس کی بقا کی کوئی سبیل نہیں معلوم ہوتی۔ خلا ہی اس کا حافظ و ناصر و نگہبان ہے۔ بالفاظ دیگر اگر عربی بولنے والے عربی قومیت کے سہارے جینا چاہتے ہیں

© rasailoraid.com

رتری جتنے ولے انسان کی خلقت ”پڑھنے کی چیز“ کا اظہار قلم سے ہوتا ہے۔ اس لئے تعلیم بالقلم کر سے اللہ باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا اعادہ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی انسان کو علم کے زیور سے ستہ کر کے اس کی اہمیت و وقار کا اظہار نہایت ہی اختصار کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے اللہ بزرگ و برتر نے قرآن پاک کے متعلق تمام حجت کے لئے اس بات کا اعادہ بار بار کیا ہے کہ ن کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ ایسی کتاب لوگوں کو دی جس کی آیتیں الگ الگ ی گئی ہیں۔ عربی زبان میں قرآن ایسی قوم کے لئے ہے جو جانتے ہیں (کتابُ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا بَيَّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ: حمد السجده: ۳) ہم نے اس کتاب کو عربی قرآن بنایا تاکہ تم لوگ سمجھو (إِنَّا جَعَلْنَاهُ إِنَّا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ، زخرف: ۳: یوسف: ۲۰) کتاب ہدایت کو عربی قرآن بنایا جس میں کچی نہیں ہے، تاکہ تم لوگ اللہ سے ڈرو۔ (قرآن عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ، الزمر: ۲۸: لُف: ۲) یہ وحی ایسی زبان میں اتری جو عربی (ظاہر و باہر ہے اور بین و واضح ہے (للسان عربی میں) یہ آخری آیت درحقیقت واضح کر دیتی ہے کہ یہ آخری کتاب الہی عربی زبان میں اس لئے نازل کی گئی ہے زبان واضح صاف اور کھلی ہوئی ہے۔ دوسری ساری زبانیں ایسی نہیں ہیں۔ نیز آیات مذکورہ سے یہ ثابت ہے زبان عربی ہی ایسی زبان ہے جس میں کوئی کچی اور پیچ نہیں۔ دوسرے الفاظ میں اگر فی آیتیں کسی دوسری زبان میں ہوتیں تو اس میں پیچیدگی ہونے کی وجہ سے نہ صاف و ظاہر ہوتیں اور سہولت سمجھ ہی میں آتیں۔ یوں تو اسلام کی بعض تعلیمات کو تمام اگلے پیغمبروں نے کم و بیش اپنی اپنی زبان تک پہنچایا اور توحید و رسالت کے متعلق لوگوں کے لئے عقائد کی وضاحت کی، مگر پیغمبر الزماں کے لئے اسلام کی مالگیر تعلیمات کو کمال تک پہنچایا گیا۔ پھر ان مالگیر و کامل ترین تعلیمات کے لئے زبان کا انتخاب عمل میں آنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زبان بڑی فصیلت رکھتی ہے اور دنیا کی زبانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

اسلام کو اپنا دین سمجھنے کے بعد عربی زبان کی اہمیت ہر طرح سے بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام عربی میں ہے، حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی، آپ کے اقوال محرمہ اور آپ کے ل مقدسہ کی وضاحت عربی زبان میں ہے اہل جنت کی زبان عربی، اور موت کے بعد لوگوں کی امام عربی ہوگی جیسا کہ قرآن پاک کی آیتیں اس بارے میں واضح طور پر مصراحت کرتی ہیں۔ پھر

عربی زبان سے محبت کیوں نہ کی جائے؟ اور اس کی عظمت و برتری مسلمانوں کے دلوں میں کیوں ہو؟ ایک سچے مسلمان کی شناخت یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کو دیکھتے ہی ”السلام علیکم“ کہے اور حال کہنے سننے کے بعد ”الحمد للہ“ کہے اور رخصت ہو تو بھی ”السلام علیکم“ کہے۔ غرض مسلمان کا مکمل عربی ہے اور عربی جملے ہی سے اس کی گفتگو کا آغاز اور انتہا ہیں فالحمد للہ، ثم الحمد للہ، سامی زبانوں میں عبرانی اور عربی دونوں زبانیں نہایت قدیم ہیں۔ عبرانی تو مردہ ہو چکی، البتہ یہودیوں سے نئی عبرانی کا نام سننے میں آ رہا ہے ورنہ سنسکرت کی طرح صرف گفتی کے چند حلقوں میں پڑھی تھی۔ انجیل توریت اور زبور تو صرف انگریزی یا اور کسی زبان میں ترجمے میں پڑھی جاتی ہیں کہ اصل عبرانی اپنی مفقود ہے، اور آج اس کی اصل زبان کی تعیین بھی بہت مشکل ہے۔ بہر کیف، عبرانی میں بائیس ہجا ہیں (ا، ب، ج، د، هـ، و، ح، ط، ی، ک، ل، م، ن، س، ع، ف، ق، ش، ت) اور عربی زبان میں چھ حروف کا اضافہ ملتا ہے (خ، ذ، ض، ظ، غ، ق)۔ پھر قدما نے عربی حروف ہجا کو نہایت عمدہ ترتیب بخشی۔ مائل حروف کو یکجا کیا۔ صرف و کے قواعد کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت کی تشریح و توضیح کی، معانی، بیان، حقیقت و مجاز، عارہ، کنایہ، جناس، تشبیہ، فصل و وصل، لغات و امثال سب کی تدوین نہایت علمی طریقے سے بطور پرکی۔ ہجا، امل، رسم خط، حسن ادا، قراءت، الفاظ کی صحت و تحسین غرض ہر فن کو مستقبل طور تب کیا۔ اور علمی تشریح و تدوین کے ساتھ بڑی ترقی دی۔

ان علوم کی تدوین کے ساتھ ساتھ وحی الہی کی تحلیل و تجزیہ میں غور و خوض کرنے لگے۔ نزول آیات ہان بین کے ساتھ اوقات نزول، مقام نزول، اور ان مواقع سے بھی معرفت حاصل کی جب یہ بن نازل ہوئیں۔ پھر الفاظ کے معانی اور مفہوم کی تشریح کی طرف توجہ کی۔ اس طرح واقعات و آیات، نیز احکام و شرائع کی تفصیل کی تدوین کی ضرورت پیش آئی۔ پھر راویوں کے حالات و اخلاق کے ناموں اور شخصی حالات، مختلف صحابہ کی زندگی کے تفصیلات و تشریحات بذاتہا خود علوم نسکل اختیار کرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے علم الحدیث، علم التفسیر، علم الرجال، علم الفقہ، اصول حدیث، دل تفسیر، اصول فقہ، اصول روایت و درایت، علم اللغہ، علم اشتقاق اللغہ، علم التاریخ وغیرہ رے علوم آہستہ آہستہ مدون ہو گئے۔ پھر انبی اقسام سے ملنے کے بعد ان کے افکار و علوم کا اثر، طرح عام ہونے لگا کہ دوسری اقسام کے علوم کی تحصیل کے بعد ان کی تشریح و تفصیل اسلامی طرز

۷۔ اور عربی زبان کو دو تین صدیوں کے اندر ایسی ثقافتی اور علمی زبان بنادیا کہ دوسری اقوام
 وت رہ گئیں۔ دیکھتے دیکھتے یہود و نصاریٰ، ایرانی، مصری اور ترکی دہندی سب کے سب زبان
 بنی علمی جولانی دکھانے لگے۔ یونانی فلسفہ، سائنس، طب و جراحی اور سارے علوم عربی میں منتقل
 اور بقراط، فیثا غورس، افلاطون، ارسطو، جالینوس اور بطلیموس وغیرہ کے بعض رسائل آج فخر
 میں باقی رہ گئے ہیں اور اصل یونانی نصوص امتداد زمانہ کی نذر ہو گئے۔ یونانیوں کا علمی سرمایہ
 اور انطاکیہ کے راستہ سے عربی میں منتقل ہو گیا اور پھر صقلہ، اطالیہ، تھریس اور اسپین کے ذریعہ
 مرایہ دوبارہ یونان اور مالک یورپ میں جا پہنچا اور اس طرح یورپ میں ذہنی انقلاب رونما ہوا
 روح اور حواس نے اہل یورپ کے ذہنی قوی کو زندگی عطا کی اور دیکھتے دیکھتے علوم و سائنس کا فروغ
 وز بڑھتا گیا۔

ن صداقت پسند یورپین محققین کا بیان ہے: ”اسلام نے حقیقت میں یورپ کے اقوام کی برتری
 نمیری، اور آج کی مغربی تہذیب و ثقافت سے بدل دیا۔ یورپین اقوام صحت و صفائی کا بالکل خیال
 نہ تھے، جسمانی گندگی کے ساتھ ذہنی کثافت بھی رکھتے تھے۔ اندھیرے غاروں میں رہتے تھے، ساگ
 رح طرح کے بیج، درختوں کی پھال، پودوں کی جڑیں ابال کھاتے تھے، جانوروں کی پوستیں، غیر
 سندہ کھالیں، اپنے لباس کے لئے استعمال کرتے تھے اور دنیا بھر کے افسانوں اور خرافات پر ایمان
 - جب جنوب مغرب سے اسلام کی روشنی پہنچی تو یہ بالکل بدل گئے (Draper: Intellectual
 Development of Europe - زراعت، کھیتی باڑی، معاشرتی رفاه عام کے کام، اقتصادی اصول، فنون
 - تفریحی زندگی کے طور طریقے سب کچھ انہوں نے مسلمانوں سے سیکھے۔ یورپ کا مورخ لکھتا ہے: پیر
 بین میں ایشیا کی ساری لطافتیں اور عیش و عشرت کے سامان لائے اور کوئی قوم زیب و زینت،
 نوں کی آرائش میں اندلسی عرب سے کبھی آگے بڑھ نہیں سکتی۔“

ربی زبانوں میں آج بھی عربی الفاظ اس طرح مستعمل ہیں کہ ان کی عربیت صاف طور پر نمایاں ہے:
 ۷ ایڈمیرل (ADMIRAL)، امیر الامراء کی لاطینی شکل (AMMIRATUS AMMIRATORUM)
 ن سے محلات کی تزئین کے لئے لفظ عربی اسک ARABESQUE وغیرہ شمار شہادتیں موجود ہیں۔
 سیوں، انگریزوں اور دوسرے یورپین اقوام سے پیشتر عربی بولنے والے قدیم قبائل کی جنوبی امریکا کے

شواہد گزار علاقوں میں موجودگی اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ امریکہ کی دریافت میں کس کو اولیت حاصل رہی ہے؟
 اٹھارہویں صدی کے اواخر تک ممالک یورپ خصوصاً جرمنی کی یونیورسٹیوں میں ایلیٹ الٹیمس ابن سینا
 وراہو بکر رازی کی کتابیں تجربی اور طبی علوم میں داخل درس رہیں، اور انہیں اسلامی تجربی معلومات کی بنا پر
 برمن سائنس دان دنیا بھر میں شہرت کے میدان میں سب سے پیش پیش رہے۔

مسلمانوں کے تجربی علوم کے مطالعے سے متاثر ہو کر مستشرقین کو اپنے دینی عقائد و رسوم مضحکہ خیز معلوم
 ہونے لگے، اور انہیں ان کی معقول تاویلات بیان کرنے کی ضرورت پڑی، اپنی دینی تعلیمات کے تحفظ کے لئے
 انہوں نے علوم اسلامیہ پر اس طرح تبصرہ کرنا شروع کیا کہ ان کی معقولیت میں شک و شبہ پیدا ہو، تاکہ
 غیر مسلم نوجوان طلباء میں اسلام کی خوبیوں کا اثر نہ ہونے پائے۔ گولڈرہیر، فولڈیجے، ہوگر وئیے وغیرہ نے قرآنی
 نصوص کو غیر مربوط مضامین کے لحاظ سے غیر منظم اور مکررات سے پر قرار دیا۔ حدیثوں کو غیر معتبر اور وضع دانستہ
 کا نتیجہ قرار دیا۔ اسپنگر، ولیم میور، مارگولینٹ، برگسٹر لیر وغیرہ نے سیرت رسول پر کتابیں لکھیں جن میں شق صدر
 وحی، معراج وغیرہ کی عقلی توجیہ پیش کی۔ اور قرآنی آیات کو یہودی، نصاریٰ اور صابئین سے اخذ کئے ہوئے معلوم
 کا مجموعہ قرار دیا، ہالینڈ کی حکومت نے یورپین مستشرقین کے لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ
 انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں شایع کیا، جس میں بعض غیر اہم تاریخی و سوانح حیات کے
 سوا سارے فقہی، دینی اور عقاید سے تعلق رکھنے والے مضامین عیسائی اور یہودی مستشرقین کے لکھے ہوئے ہیں
 پروفیسر گب کی سرکردگی میں حال ہی میں اس انسائیکلو پیڈیا کی تلخیص ایک جلد میں شائع کی گئی ہے جس میں صرف
 دینی تعلیمات اسلام اور مختلف اسلامی فرقوں پر مقالات شائع کئے گئے ہیں جو اکثر و بیشتر غیر مسلم مستشرقین کی تحریر
 کردہ ہیں اور جن میں سابق انسائیکلو پیڈیا کے متعلقہ مقالات تصحیح و ترمیم کے بعد شائع کئے گئے ہیں، بعض
 اسلامی ممالک کی یونیورسٹیوں میں انگریزی زبان تعلیم ہونے کی وجہ سے اسلامی علوم و روایات اور ثقافت و
 تاریخ کی تعلیم انہیں مستشرقین کی لکھی ہوئی کتابوں کے ذریعہ ہو رہی ہے جس سے نا پختہ کار، اور نا آزمودہ و
 نوا موز نوجوانان اسلام میں اسلامی قوانین و تعلیمات کے خلاف جذبات نشوونما پارہے ہیں۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف (اقبال)

آج پیر و ان اسلام کو اگر کچھ بھی اس بات کا احساس ہے کہ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو
 محفوظ رکھیں، اور صحیح اسلامی احکام و روایات لوگوں تک پہنچائیں، اور اپنے نوجوانوں کو جادہ مستقیم سے

نہ جانے دیں، تو صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ زبان عربی، یعنی قرآن حکیم کی زبان کو خود سمجھیں اور اپنے ابا و اجداد بزرگانِ دین و اسلاف کے کارناموں کو زندہ کریں، ان کی تعلیم و اشاعت عام کریں اور دشمنانِ اسلام کی تحریروں اعمیٰ کو کامیاب نہ ہونے دیں۔

بیسویں صدی کے آغاز سے مسلمان مفکرین اہل اسلام کے زوال کے اسباب پر خامہ فرسائی کر رہے ہیں، مگر بن قلمی نوہ خوانی سے قوم و ملت اور ملک و حکومت کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ زبانی تعلیمی و لغائی قوموں، مدیرین نہیں بناتیں، اقومی اور ملکی تحفظ کے لئے تو کردار و اخلاق کی درستگی اولین شرط ہے۔ مغربی ثقافت کی پیداوار غیر ملکی امداد کے وسیلے سے ایک قوم ایک مدت تک ترقی کر سکتی ہے مگر یہ ترقی درحقیقت ان اقوام کی جن کے اتباع میں ہم سرشار ہو رہے ہیں۔

زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر

یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لبِ گور

ہماری ترقی و خوش حالی تو اسی وقت سمجھی جائے گی جب کہ ہم تقلید کرنے کی جگہ دوسروں کے مقتدا اور امام جائیں اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کریں، آج ہیں اس کے سوا کوئی، ہر طریق کار نظر نہیں آتا کہ قرآن حکیم کو اپنا لائحہ عمل بنائیں۔ اور اس کی زبان کو اپنائیں، اور اس کے لئے ہوئے اصولوں کی قیادت میں قوائے عالم کو تسخیر کریں۔ اگر ہماری نیت صاف و خالص ہے تو کیا عجیب ایک بار پھر قرآن پاک کی زبان عالمگیر قوم کی عالمگیر زبان بن جائے اور چار دانگ عالم میں زبانِ عربی ہی تقدّمی، ثقافت و سیادت اور کامرانی و کامیابی کی زبان بن جائے، اس طرح اگر ہم اپنے اذعان و یقین کو دوبارہ ہم بنالیں تو پھر علوم و فنون کی تسخیر ہمارا مطمح نظر ہو، اور کوشش و اجتہاد اپنا دین و ایمان، اور صرف اپنے ن و ایمان ہی کو نہ بچالیں بلکہ تکمیلِ دین بھی ہو جائے اور اتنا نعمت بھی۔ علامہ اقبال مرحوم نے حالات کا صحیح جائزہ لیا تھا، فرماتے ہیں:

قوتِ افروغ از علم و فن است از بہین آتشِ چرخِ روشن است

حکمت از قطعِ دبرِ بد جامہ نیست مانعِ علم و مہنرِ عامہ نیست

دربِ کِ قوتِ علم و فن سے ہے، اسی آگ سے اس کا چراغ روشن ہے۔ کپڑے کے قطعِ دبرِ بد کو حکمت نہیں کہتے، علم و مہنر سے مانع عامہ نہیں ہے۔ (باقی صفحہ ۲۶۷ پر)